قیام پاکستان سے پہلے کے چند سفر نامے

ڈاکٹر امین اللہ وثیر

(سابق ڈائریکٹر جنرل' وزارت امور مذہبیہ اسلام آباد)

سفر پر جانا انسان کا پرانا مشغلہ یا ضرورت رہی ہے۔ ہر زمانے میں انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتے رہے ہیں' قدیم زمانے ہی سے انسان اپنے مشاہدات و تاثرات کے بیان کا عادی رہا ہے۔ اور غالباً یہیں سے سفر نامہ نگاری کی ابتدا ہوئی ہو گی.

سفر نامہ نگاری دنیا کی بہت سی زبانوں کے ادبیات کا ایک اہم شعبہ بن چکی ہے۔ ہماری زبان اردو بھی اس صنف ادب سے مالا مال ہے' بلکہ وہ اچھی خاصی ترقی یافتہ صورت اختیار کر چکی ہے اور نہ صرف یہ کہ وطن عزیز پاکستان کے مختلف علاقوں اور شہروں کے سفر نامے میسر آئے ہیں' بلکہ دنیا کے دور دراز علاقوں' ملکوں اور شہروں کی سیر و سیاحت کرنے والے ادبا اور مصنفین نے اپنے اپنے خوبصورت انداز میں معلومات افزا سفر نامے تخلیق کیے ہیں.

حرمین شریفین کا سفر ایک اہم دینی فریضہ ہے' مگر اس میں دنیوی امور سے متعلق گوناں گوں دلچسپی کے بے شمار پہلو بھی پنہاں ہوتے ہیں۔ عربی ادب میں ابن بطوطہ اور ابن جبیر کے سفر نامے مشہور عالم ادبی شہ پارے ہیں' اور صدیوں سے لوگ انہیں ذوق و شوق سے پڑھتے چلے آتے ہیں۔ ان مسلمان سیاحوں نے بھی حرمین شریفین کی زیارت کی اور ان مقدس و مبارک سرزمین پر جو کچھ دیکھا اسے قلم بند کیا تھا اور اسے اپنے بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے یادگار چھوڑ گئے' یہ تاریخ کا ایک اہم حصہ بن چکے ہیں.

اردو زبان میں حرمین شریفین کے بے شمار سفر نامے اب تک زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں قیام پاکستان سے پہلے کے سفر ناموں کی جستجو کا آغاز کیا تو مجھے حسب ذیل چار خوبصورت پر از معلومات' تاریخی اور تمدنی و ثقافتی لحاظ سے نہایت مفید اور دینی جذبے میں ڈوب کر لکھے گئے' سفر نامے دستیاب ہوئے۔ یہ سفر نامے اس قدر جامع و مانع اسلوب نگارش کے حامل اور حسین و جمیل انداز میں تحریر شدہ ہیں کہ ہر ہر سطر اور ہر ہر صفحے پر نظر جم کر رہ جاتی ہے اور معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ پڑھنے والے کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ ان کے مصنفین نے محبت و عقیدت کے جذبات کو کچھ اس خوبصورتی کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے کہ ؎

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

ان چاروں سفر ناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مرآۃ العرب' یعنی سفر نامۂ نادر

میرٹھ کے ایک وکیل جناب نادر علی نے ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۲ء میں حج بیت اللہ کیا اور واپس آکر مرآۃ العرب 'یعنی سفر نامہ نادر کے نام سے اپنے اس مبارک سفر کے حالات قلمبند کیے۔ اس سفر نامے میں 'جو مطبع مفید عام پریس آگرہ' سے شائع ہوا' واقعات سفر' مناسک حج' آداب زیارت مدینہ منورہ کے ساتھ ساتھ تمدن و معاشرت عرب' تجارت' صنعت و حرفت' سیاست مدن' سلطنت عثمانیہ کی شاہانہ مساعی' شریف مکہ' مہاجرین مکہ 'مطوفین' حجاز ریلوے جس کی تعمیر کا اس وقت آغاز ہو چکا تھا' حجاز میں ڈاک و تار گھر کے انتظامات' شفاخانے اور ظرف و ذرائع علاج جیسے بے شمار موضوعات پر دلکش اور حسین پیرائے میں اپنے مشاہدات و تأثرات بیان کیے ہیں گویا قارئین کے سامنے حجاز مقدس اور سفر حج کے حسن و جمال اور صحیح خدوخال کی ہو بہو تصور کھینچ کر رکھ دی ہے.

جناب نادر علی نے سفر کا آغاز آگرہ سے ۱۰/ جنوری ۱۹۰۲ء/ ۲۹ رمضان

المبارک ۱۳۱۹ھ) کی رات بذریعہ ریل کیا کلکتہ میں چند دن قیام کے بعد ۱۸ر جنوری کو وہ بحری جہاز میں براستہ کولمبو عدن سے ہوتے ہوئے ۱۲ر فروری کو جدہ پہنچے۔ جدہ سے خدیویہ جہاز میں سوار ہوئے اور ینبوع کا سفر اختیار کیا جہاں سے اونٹ پر بیٹھ کر عازم مدینہ منورہ ہوئے۔ ینبوع میں چار دن تک قیام رہا۔ ۲۱ر فروری کو روانگی ہوئی اور ۲۶ر فروری کو مدینہ منورہ میں داخلے کی سعادت حاصل کی لکھتے ہیں :

"قبل از مغرب ہم لوگ داخل حرم ہوئے۔ اس وقت ایک عجیب مسرت افزا خواب حالت بیداری میں دیکھا جارہا تھا۔ سوائے ایسے مسافروں کے جو شوق کی منزلیں طے کر کے وہاں پہنچا ہو اس کا خیال میں آنا خارج از امکان ہے اور کسی دوسرے کے خیال میں بھی وہ لذت نہیں آسکتی۔ اس قلبی فرحت کی تصویر کا لفظوں میں کھینچنا خارج از امکان ہے اور کسی دوسرے کو سمجھانا غیر ممکن ہے۔"

۶ر مارچ تک ان کا مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور مسجد نبوی کی زیارت کے علاوہ اندرون و بیرون شہر ہر قابل ذکر مقام پر گئے۔ ۷ر مارچ کو مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی اور دس دن بعد ۱۷ر مارچ مکہ مکرمہ آمد ہوئی۔ ۲۰ر مارچ پنج شنبہ کو یوم حج تھا۔ میدان عرفات میں شریف مکہ کی آمد ہوئی۔ آگے آگے توپیں چھوٹتی جاتی تھیں۔ ان کے پیچھے چوکڑیوں میں والی مکہ و جرنیل فوج ترکی متعینہ حجاز سوار تھے۔ چوکڑیوں پر خچر جتے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حاکم سے لے کر ادنیٰ سپاہی تک سب احرام باندھے ہوئے تھے"۔

مصنف کلکتہ، کولمبو، جدہ، ینبوع سب جگہوں کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور ان شہروں کے حالات دلچسپ انداز میں تحریر کرتے ہیں۔ بحری سفر میں جن تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ان سے حفاظت کی تدابیر، سمندر اور اس کی مخلوقات کا ذکر، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے سفر کے حالات، حکومت کے حفاظتی انتظامات، حجاج کی شکایات، عربوں کے نکاح و مہر کا طریقہ، طلاق کا رواج اور اس کا اثر تمدن و خانہ داری پر، دنبوں کی فروخت، کرایہ شتران، اوقاف مکہ و مدینہ، طائف۔ حج کے فوائد روحانی کے علاوہ دنیوی برکتوں کا ذکر اس سفرنامے میں تفصیل سے ملتا ہے۔"

مصنف نے بالخصوص مدینہ منورہ، روضۂ مسجد نبوی، مکہ معظمہ، حرم شریف، شہر

مکہ اور اس میں بسنے والے شہروں کے حالات اور متبرک مقامات کا ذکر جمیل کئی صفحات پر پھیلا دیا ہے۔ حجاز ریلوے کی تعمیر پر بعض عربوں کے اعتراضات' اس کی تعمیر کے فوائد' عثمانی سلطنت کے زمانے میں حجاز کے ترقیاتی کاموں اور سلطان عبدالحمید خان' جن کی خوبیوں کا دوست و دشمن دونوں کو اعتراف ہے" کا ذکر بھی کیا ہے۔ کئی اصلاح طلب امور پر اپنی تجاویز پیش کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ ترکی ایک کمیٹی مقرر فرمائے جو موقع حج پر ہر سال ایک جلسہ منعقد کیا کرے۔ جس میں ہر ملک کے سر برآوردہ اصحاب ممبر بنائے جائیں۔ وہ سب مل کر بہبودی اسلام' ترقی و تہذیب ملک' فلاح قوم' امن و آسائش اور صنعت و حرفت و تجارت کے متعلق تدابیر و وسائل سوچیں"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: اب ترک عرب کی قسمت کے مالک ہوئے ہیں۔ انہوں نے عربوں میں دوبارہ ترقی شروع کر دی ہے اور ایک جمے ہوئے تالاب میں خفیف سی حرکت پائی جاتی ہے اگر منظور خدا ہے تو کیا تعجب ہے کہ اسلامی دنیا پھر عرب کی کایا پلٹ ہوتے دیکھے۔"

نادر علی صاحب ۷/اپریل ۱۹۰۲ء کو جدہ سے روانہ ہوئے اور ۲۰ اپریل یک شنبہ کو بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں چند دن قیام کے بعد یکم مئی ۱۹۰۲ء کو اپنے گھر آگرہ بخیریت واپسی ہوئی۔ ان کی کتاب سے مکہ معظمہ کے بیان کی چند دلچسپ باتیں درج ذیل ہیں:

مکہ معظمہ اور اس کے نام

یہ شہر بسبب غایت عظمت اور بزرگی کے بیان سے مستغنی ہے' فرقان حمید و احادیث نبوی سے خانہ کعبہ کی افضیلت ثابت ہے۔

خط عرضی کے ۲۱ درجہ سے ۲۸ درجہ تک جانب شمال اور خط طول کے ۴۰ درجہ سے ۴۵ درجہ تک جانب مشرق واقع ہے۔ اس مقام پر صرف یقیناً و تبرکاً مختصر حال اس کا بیان کیا جاتا ہے:

مکہ معظمہ کے بہت سے نام ہیں' جن میں سے چند یہ ہیں:

مکہ معظمہ' امّ الرحم' ام القریٰ' معاد' بیت العتیق' حاطمہ حرم' صلاح'

بلدالامین ' بلند' عرش ' قادیس ' مقدّسہ' قرینۃ النمل' باسہ نسناسہ' عروض 'راس.

قرآن مجید میں اس کے نام مکہ 'ام القریٰ' بلد الامین 'بلد' بیت العتیق' بیت الحرام آئے ہیں۔ صوبہ حجاز کے بلاد الحرام کا دار لسلطنت ہے۔ بحر احمر سے ایک دن کے فاصلہ پر ہے' تنگ درہ میں آباد ہے' تین جانب پہاڑ ہیں۔ چوتھی طرف جس سمت مدینہ طیبہ ہے پہاڑ کم ہیں کوفہ و بغداد ستائیس منزل 'بصرہ پچیس منزل' دمشق و عدن ایک مہینہ کی راہ ہیں.

دامن کوہ میں دو جانب آبادی ہے۔ بیچ میں حرم محترم ہے۔ مکانات سڑکوں کے اینچ پیچ کے ساتھ دورویہ بنے ہوئے ہیں۔ سڑکیں ہموار 'شہر نہایت صاف ستھرا ہے۔ چونکہ مکانات ایام حج میں حجاج و زائرین کو کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس وجہ سے ہر طرح صفائی کا خیال رہتا ہے.

آبادی مکہ کی سوائے ایام حج کے لاکھ نفوس کی بیان کی جاتی ہے۔ اہل اسلام کے تمام فرقے یہاں ساکن ہیں۔ بجز اہل اسلام کے کسی دوسرے مذہب کا آدمی نہ یہاں موجود ہے اور نہ آسکتا ہے۔ بدوی عرب دوسرے مذہب کے شبہ میں انسان کو زندہ نہیں چھوڑتے۔ ۹ ہجری سے غیر مذہب والوں کے آنے کی ممانعت ہے.

مکہ معظمہ کے محلوں کے نام اور ان کے مختصر حالات

۱۔ محلّہ جرول : اس محلّہ میں بیشتر ہندوستانی و بنگالی آباد ہیں یہاں شیخ المشائخ محمود بن ابراہیم او ہم مشہور عارف کا مزار ہے۔ ایک وسیع عمارت سلطان المعظم نے سات لاکھ روپیہ کے مصارف سے تعمیر کرائی ہے۔ ہنوز اس کا افتتاح نہیں ہوا۔ غالباً مسافر خانہ۔ یا شفاخانہ ہوگا.

یہاں ایک چاہ کی نسبت مشہور ہے کہ روز فتح مکہ حضور سرورِ کائناتؐ نے اس چاہ پر غسل فرمایا تھا.

۲۔ محلّہ حارۃ الباب : اس محلّہ میں ترک و یمنی عرب اکثر رہتے ہیں۔ جناب حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم جن کی شہرت و بزرگی محتاج ثبوت نہیں ان کا مکان بھی اس محلّہ میں ہے اور اسی محلّہ کے ایک حصہ میں مکان مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم کا ہے' جن کے فضائل خارج از بیان ہیں اور نیز ان کا مدرسہ صولتیہ واقع ہے.

۳۔ محلّہ شبیکہ : یہ جگہ واسطے مقابر کے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید فرما کر

وقف فرمائی تھی.

۴۔ محلّہ جبل عمریہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے آباد ہے' یہاں چند رباطیں ہیں.

۵۔ محلّہ مصفل : یہاں پر مولد مبارک حضرت امیر حمزہؓ و حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا ہے' یہاں کثرت سے رباطیں ہیں۔ ایک رباط خاص مستورات کے لیے ہے' جس کو ریاست بہاولپور کی جانب سے تعمیر کرایا گیا ہے.

۶۔ محلّہ جیاد : اس میں کثرت سے بنگالی رہتے ہیں۔ قلعہ کلاں' توپ خانہ' فوجی بارکین' فیل خانہ اسی محلّہ میں ہیں.

۷۔ محلّہ جبل ابی قبیس : اسی پہاڑ پر معجزۂ شق القمر کا اظہار ہوا تھا۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کے نشیب میں ایک رباط نواب محمود علی خان مرحوم رئیس چھتاوی ضلع بلند شہر کی ہے جس میں حاجی علی خان ساکن دہلی کے خاندان والے غالباً کرایہ پر رہتے ہیں.

۸۔ محلّہ کوشاشیہ : یاسوق اللیل۔ یہ دونوں محلے ملے ہوئے بہت وسیع ہیں۔ اسی میں مولد پاک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و مولد مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ اسی محلّہ میں حضرت قطب الاقطاب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا چلہ ہے۔ اسی محلّہ میں ایک کوچہ ہے جس کا نام "دارالخزران" ہے۔ جہاں جناب فاروق اعظمؓ ایمان لائے تھے۔ اسی محلّہ میں دو مقام متبرک ہیں۔ ایک وہ پتھر جس پر حضور سرور عالم ﷺ نے کہنی ٹیکی تھی۔ نشان اس کا اب تک عیاں ہے۔ دوسرا مقام وہ ہے کہ باعجاز سرور کونین ﷺ کوہ نے کلمہ پڑھا تھا۔ ایک سنگ (پتھر) بصورت زبان نمودار ہے۔ اس وجہ سے اس کوچہ کا نام زقاق الحجر (پتھر کی گلی) ہے۔ اس محلّہ میں دوکان حضرت صدیق اکبرؓ کی تھی اور قریب دوکان مولد و مکان خاتون جناب حضرت فاطمہ زہرہؓ کا ہے۔ بحکم سلطان المعظم ایک لنگر خانہ بنام سیدہ خاتون مدام جاری رہتا ہے اور دوسرا لنگر خانہ خدیو مصر کی جانب سے جاری ہے.

اسی محلّہ میں ایک جگہ شراج یعنی نیلام اشیا کا ہمیشہ ہوا کرتا ہے.

۱۰۔ محلّہ فلک : اس میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اور تاجر و مہاجرین ترکون کے مکانات ہیں.

۱۱۔ محلہ شامیان: یہ بھی بڑا محلہ ہے۔ یہاں کثرت سے رباطین ہیں۔ مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب نواسہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ و حاجی فیض احمد خان رئیس و تاولی ضلع علیگڑھ کے رباط ہیں.

۱۲۔ جبل ہندی: اس کے جملہ ساکنین ہندوستانی ہیں یہاں چند رباطیں ہیں جن میں اکثر نواب محمود علی خان رئیس چھتاری کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس محلہ میں ایک ترکی فوجی شفاخانہ ہے.

۱۴۔ معابدہ: آبادی سوق اللیل کے متصل ہے۔ جس میں بیشتر وہ بدوی آباد ہیں، جنہوں نے مکہ کی مستقل سکونت اختیار کرلی ہے۔ باقی کچھ عرب رہتے ہیں اور نیز امیر مکہ کے مکانات ہیں جس میں شریف عبدالمطلب کا ایک عالیشان ایوان معہ چمن پر فضا کے سر راہ واقع ہے، جس کے پائیں ہوکر عرفات کو جاتے ہیں.

۱۴۔ حجون: محلہ جون جسے عوام جول کہتے ہیں۔ یہاں بھی کثرت سے عرب آباد ہیں اور اس میں جنت المعلیٰ ہے، جنت المعلیٰ کے درمیان سے ہوکر محلہ جرول کو راستہ گیا ہے۔ اس راستہ پر ایک سبز و شاداب باغ شریف صاحب حال کا واقع ہے۔ جنت المعلیٰ کو "گور غریباں" بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں کے مزارات ہیں۔ حضرت آمنہ والدہ ماجدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم و حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ پیغمبر خدا ﷺ مدفون ہیں اور اس میں ایک محدود دروازہ لگا ہوا مکان ہے۔ جس میں حضرت ابو طالب پدر بزرگوار جناب علی کرم اللہ وجہہ، و حضرت عبدالمطلب جد رسالت مآب ﷺ کے مقابر ہیں اور بھی بہت سے بزرگان دین کے مزارات ہیں جیسے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت ابو بکر صدیقؓ و زمانہ حال کے بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ و حاجی امداد اللہ صاحب وغیرہم.

باقی اور جو متفرق آبادیاں ہیں ان کو انہیں محلہ جات کے حصے سمجھنا چاہئیں.

مکہ کے بازاروں کے نام

۱۔ سوق الکبیر: جو باب الصفا سے مروہ تک ہے.

۲۔ بازار سویقہ: مروہ سے باب الزمادہ تک سویقہ کہلاتا ہے۔ ان دونوں بازاروں میں اکثر بڑے بڑے تاجر بزاز وغیرہ ہیں۔ اسی بازار سویقہ میں حاجی علی خان دہلوی و دیگر تجار ہند کی دوکانیں ہیں.

۴۔ سوق الصغیر باب ابراہیم کے سامنے ہے۔

باقی چھوٹے چھوٹے بہت بازار ہیں۔ جن میں مختلف اشیا کے دوکاندار بیٹھتے ہیں۔ حرم شریف کے گرداگرد ایسے مکانات سامان تجارت کے ہیں جن کو تاجروں کی کوٹھیاں کہہ سکتے ہیں۔ ان کے سوا لونڈی غلاموں کا جدا بازار ہے جو باب دریہ سے باہر نکل کر ملتا ہے۔

تفریح کے مقامات یا کلب جو کچھ کہیے یہاں کے قہوے خانے ہیں' جہاں عمدہ طاہر و طیب کھانے کی چیزیں ملتی ہیں۔ شام کو عام شرفائے مکہ واطراف وجوانب کے یہاں جمع ہوتے ہیں بہت ستھرا و صاف مجمع ہوتا ہے۔

حرم محترم و خانہ کعبہ معظم

وسط شہر میں ایک وسیع مسجد واقع ہے جس کے ہر چہار جانب دالان در دالان پانچ پانچ درجے کے یکے بعد دیگرے بلند گنبد نما بنے ہوئے ہیں۔ یہ گنبد بلند ستونوں پر' جو ایک ڈال سنگ مرمر و دیگر عمدہ پتھر کے طولاً تخمینی پانچ پانچ گز ہوں گے' ان پر قائم ہیں۔

ہر درجہ تخمیناً پانچ گز عریض ہے۔ اور تقریباً ہر در مسجد کا فاصلہ بھی اس قدر ہے۔ اس مسجد کے پچھلے دو درجوں میں قریب قریب مکانات خوش قطع بنے ہوئے ہیں' یہ بھی داخل حرم ہیں دولت مند حجاج کرایہ کثیر دے کر ان میں مقیم ہوتے ہیں' کرایہ سالانہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی تھوڑے عرصہ کے لیے بھی معاملہ ہو جاتا ہے۔ اس مسجد کا نام حرم شریف ہے۔ حرم محرم کے ہر چار جانب دروازے ہیں۔

جانب غرب :۔ باب الوداع. باب الابراهیم' باب العمره.

جانب شرق :۔ باب السلام' باب النبی' باب العباس' باب العلی.

جانب جنوب :۔باب ام هانیؓ باب الحکم' باب الشریف' یعنی باب الجهاد' باب العقد' باب الصفاء' باب النعله' باب الرب.

جانب شمال :۔ باب العتیق' باب المدرسہ یا باب زمانیہ' باب القطبی' باب الزماوہ' باب البطی' باب القاضی' یعنی باب الحکمہ' باب دریہ و مدرسہ سلیمانی واقع ہیں' کچھ دروازے اور یہی ہیں مگر زیادہ

مشہور بھی ہیں.

صحن حرم معظم میں ایک مستطیل مکان بعمارت سنگ بنا ہوا ہے، تخمینی جو عرضاً نو گز اور طولاً بارہ گز ہوگا اسی کو کعبہ اور بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس کی کرسی قد آدم اور چھت نہایت بلند ہے اندر تمام سنگ مرمر کا فرش ہے اور اندرونی دیواروں میں بھی چہار جانب سنگ مرمر ہے۔ اس پر آیات قرآنی بخط جلی خوش قلم کندہ ہیں۔ وسط میں سطیر اور منقش تین ستون صندل استادہ ہیں۔ ان ستونوں میں طلائی عود سوز و بخوردان وغیرہ آویزاں ہیں۔ اندر سو نمازیوں کی بقدر وسعت ہے۔

در کعبہ : جانب شرق محاذی مصلے شافعی کے دروازہ ہے۔ دروازے کے کواڑوں پر سونے کے پتھر جڑے ہوئے ہیں اور زری کا پردہ مغرق لٹکتا ہے۔ سال میں کئی بار باوقات مقررہ کھولا جاتا ہے اور باجازت شریف مکہ و شیبی کلید بردار کے معمول کے علاوہ بھی کھل سکتا ہے.

گوشہ جنوب و مشرق قریب در بیت اللہ ایک پتھر سیاہ تخمیناً چھ انچ مربع ایک چاندی کے حلقہ کے ساتھ گوشہ دیوار میں نصب ہے۔ یہی حجر اسود ہے وقت طواف اس کو بوسہ دیتے ہیں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکریم کی بابت خاص خاص ارشاد فرمایا ہے۔ معشوق حقیقی کے در کا پتھر ہے جس قدر اس کی تعظیم کی جائے، تھوڑی ہے :

سنگ اسود کی بڑی دھوم سنی تھی ہم نے
جا کے دیکھا تو وہ سنگ در جاناں نکلا

بجز حجر اسود کے دنیا میں کوئی شے اتنے زمانہ دراز سے متبرک نہیں چلی آئی ہے، جیسا کہ یہ پتھر کیونکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل کئی ہزار سال سے اس کی تعظیم ہو رہی ہے.

میزاب رحمت : چھت کی جانب شمال مصلے حنفی کے محاذی پرنالہ طلائی لگا ہوا ہے جس کو میزاب رحمت کہتے ہیں اس پر آیات قرآنی منقش ہیں.

حطیم : میزاب رحمت کے نیچے خانہ کعبہ کے شمالی جانب نصف دائرہ کی صورت کا ایک قطع ہے جس کا فرش سنگ مرمر و سنگ سیاہ کا ہے۔ اس کو حطیم کہتے ہیں۔ پہلے حطیم کا نام "حَجَرْ" تھا۔ حجر کے معنی پہلو کے ہیں۔ یہ کعبہ کے پہلو میں ہے اس کی حد رکن عراقی سے رکن شامی تک

ہے اور انہیں حدود میں راستہ بھی ہے.

حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہؓ کی قبریں اسی میں میزاب رحمت کے نیچے ہیں.

حفرہ یعنی گڑہا: یہ گڑہا ایک چھوٹا سا حوض خانہ کعبہ کی دیوار شرقی سے ملا ہوا آستانہ کعبہ کے پاس ہے اس کو مقام جبریل کہتے ہیں.

مطاف :۔ خانہ کعبہ کے گرداگرد دائرہ کی شکل میں سنگ صوان و سنگ مرمر کا فرش ہے جس کو مطاف کہتے ہیں۔ ملاّ علی قاریؒ نے شرح متوسط میں لکھا ہے کہ مطاف سے مراد وہ جگہ ہے جو طواف کے لیے مقرر ہے۔ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد حرام اس قدر تھی اور مولانا قطب الدین مکی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ مطاف مطلق اس قدر ہے جس میں اس وقت سنگ صوان کے ٹکڑوں کو تراش کے فرش کیا ہے۔ مطاف کا دائرہ سلطان سلیم خان بن سلطان سلیمان خان کے حکم سے ۹۶۱ ہجری میں بنا تھا یہ مدور ہے لیکن سب جانب سے دور برابر نہیں ہے.

مطاف کے گرداگرد حلقہ کیئے ہوئے اڑتیس ستون ہیں جو دھات کے معلوم ہوتے ہیں ہر ایک ستون میں سات بلوری ہانڈیاں آویزاں ہیں.

مقام ابراہیمؑ : حد مطاف سے ملا ہوا جانب مشرق مقام ابراہیم ہے۔ بعد طواف اسی جگہ نماز دوگانہ ادا کی جاتی ہے۔ مقام ابراہیم میں وہ پتھر موجود ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ فرماتے تھے۔ اس پر قدم کا نشان ہے۔ نشان کے گرد چاندی کے پتھر لگے ہوئے ہیں اس جگہ کے چاروں جانب کو گھیرے ہوئے ایک صندوق زمین میں گڑا ہے۔ اس پر اطلس سیاہ زردوزی کا غلاف پڑا ہے۔ اس پر ایک چھوٹا سا گنبد چار ستونوں پر کھڑا ہے۔ اندر سے نہایت آراستہ و منقش ہے۔ گنبد بند رہتا ہے۔ پیچھے گنبد کے ایک مکان پتھر کے ستونوں پر قائم ہے جس کا نام "ایوان حلف" ہے مقام ابراہیم ایک بار بغرض تعمیر کھولا گیا تھا۔ اس وقت جناب مولانا محمد رحمت اللہ مرحوم و شریف عبداللہ و شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی مکہ نے بچشم خود زیارت نشان قدم مبارک کی تھی۔ وہ نشان معمولی میانہ قد کے پاؤں کا ہے۔ یہ بیان بروایت مولانا مرحوم مجھ تک پہنچا ہے.

منبر : مقام ابراہیم کے متصل رکن عراقی کے مقابل سنگ مرمر کا منبر تیرہ زینہ کا نہایت خوشنما بنا ہوا ہے۔ اس پر ایک گاجر کی شکل کا طلائی گنبد ہے۔ جمعہ کا خطبہ اسی پر پڑھا جاتا

ہے۔ یہ سلاطین عثمانیہ میں سے کسی کے عہد کا ہے۔ ۴۴ ہجری میں ایک چھوٹا منبر تین زینہ کا آیا اور خانہ کعبہ کے مقابل رکھا گیا۔ جس پر امیر معاویہؓ نے خطبہ پڑھا۔ اس سے پہلے خلفائے راشدین حطیم میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اس کے بعد ہارون رشید اعظم کے عامل مصر موسیٰ بن عیسٰی نے مکہ میں ایک منبر منقش نو زینہ کا بھیجا۔ منبر مسجد میں رکھا گیا ہے۔ پہلے منبر کو عرفات میں بھیج دیا واثق باللہ عباسی نے تین منبر بنوائے۔ ایک مکہ کے لیے دوسرا منیٰ کے لیے اور تیسرا عرفات کے لیے اور اس نے حج کیا اور خطبہ اسی منبر پر پڑھا.

مصلے: چاروں سمتوں میں مطاف سے باہر چار مصلے ہیں: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ حنفی مصلیٰ؛ دو منزلہ جانب شمال حطیم کے محاذی دوسرا مصلیٰ شافعی جانب شرق متصل مقام ابراہیمؑ تیسرا مصلیٰ حنبلی حجر اسود کے مقابل جانب جنوب، چوتھا مصلیٰ مالکی جانب غرب ہے.

صبح کی نماز اول امام شافعی، پھر مالکی پھر حنبلی، سب کے آخر میں امام حنفی پڑھتا ہے۔ ظہر عصر، مغرب، عشاء اول امام حنفی بعدہ شافعی پھر مالکی اور سب کے آخر میں امام حنبلی پڑھتا ہے.

غلاف کعبہ: تمام عمارت کعبہ پر چھت سے تاحد زمین غلاف ابریشم سیاہ جس پر کلمہ طیبہ بافتہ ہوتا ہے، ہر وقت پڑا رہتا ہے۔ جدا جدا حصہ جن میں پورا کلمہ طیبہ بافتہ ہوتا ہے، علیحدہ معلوم ہوتے ہیں اور سنہری عبارت میں بخط نسخ آیات قرآنی و سلطان وقت کا نام بافتہ ہوتا ہے۔ یہ غلاف ہر سال مصری قافلے کے ساتھ مصر سے آتا ہے۔ جو ۱۰/ ذوالحجہ یا کبھی اس سے قبل خانہ خدا پر ڈالا جاتا ہے.

سب سے پہلے غلاف خانہ کعبہ کو اسعد تبع حمیری بادشاہ یمن نے ہزار برس ہجرت سے پیشتر یمنی چادر کا پہنایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چادروں کا غلاف پہنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ و حضرت عثمان غنیؓ نے مصری کپڑوں کا پھر معاویہؓ بن ابی سفیان نے دیبا اور مصری کپڑوں کا پھر یمنی چادر کا چڑھایا.

خلیفہ مامون رشید عباسی کی خلافت میں سال میں تین بار غلاف پڑتا تھا۔ ایک آٹھویں ذوالحجہ کو سرخ دیبا کا، دوسرا یکم رجب کو مصری کپڑوں کا، پھر تیسری بار عید الفطر کو سفید دیبا کا۔ کلید برداران خانہ کعبہ نے مہدی عباسی کو اطلاع دی کہ کعبہ پر غلافوں کی تہیں اتنی چڑھ گئی ہیں کہ ان

کے بوجھ سے دیواروں کے گرنے کا خوف ہے۔ مہدی نے حکم دیا کہ سب غلاف علیحدہ کئے جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی۔ خانہ کعبہ کی دیواریں اندر باہر سے مشک و عنبر خوشبو کے مرکب سے لیپی گئیں اور خوشبو کے شیشے دیواروں پر چھڑک کے گئے' پھر تین غلاف ایک مصری دوسرا حریر۔ تیسرا دیبا کا کعبہ پر ڈھانکے گئے۔ بعد ضعف خلافت خاندان عباسیہ کعبہ کا لباس کبھی مصر سے اور کبھی یمن سے آتا تھا۔ یہاں تک کہ قریہ بیوس خرید فرما کر سلطان مصر نے غلاف کعبہ کے لیے وقف کر دیا۔

جب ممالک عرب کی حکومت آل عثمان کے قبضہ میں آئی تو غلاف کی تیاری رواج قدیم کے بموجب جاری رہی سلطان سلیمان خان نے حکم دیا کہ کعبہ پر ہمیشہ غلاف سیاہ رہے اور سال میں ایک بار ڈالا جائے۔ چونکہ بیوس کی آمدنی غلاف کے لیے کافی نہ تھی' اس لیے اس نے حکم دیا کہ خزانہ مصر سے اس کو پورا کیا جائے۔ پھر اس نے دو سرا گاؤں غلاف کعبہ کے لیے دائمی وقف کر دیا۔

غلاف سال گذشتہ حق شیبی کلید بردار خانہ کعبہ کا ہوتا ہے۔ شیبی سے اہل مکہ لے لیتے ہیں۔ ان سے حجاج تبرکاً خریدتے ہیں۔ ایک ٹکڑا جس پر پورا کلمہ طیبہ بافتہ ہوتا ہے ایک مجیدی' سے تین مجیدی یعنی ڈھائی روپیہ سے ساڑھے سات روپیہ تک آتا ہے۔ مطوف کے ذریعہ خریدنے میں گراں اور بوسیدہ ملتا ہے۔

قبۃ الفراشین : چاہ زمزم کے پیچھے متصل مقام ابراہیمؑ ایک گنبد ہے جس کو قبۃ الفراشین کہتے ہیں۔ اس میں شمع و شمعدان قرآن مجید اور حرم شریف کی ضرورت کی چیزیں فرش وغیرہ کی قسم سے رکھی جاتی ہیں۔

زنانہ عبادت خانہ : صحن حرم میں جانب مشرق کسی قدر مائل بجنوب ایک عبادت خانہ جس میں جنگلہ لگا ہے مستورات کے لیے محدود ہے۔

صحن حرم : کل صحن حرم میں سنگریزے بچھے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ گز عریض پٹڑی پتھر کی آمدورفت کے کئی جانب سے بنی ہوئی ہے۔

قبے : تمام حرم شریف میں ایک سو باون قبے ہیں جن کی شکل کڑاہی کی سی ہے۔

ستون : مسجد حرم کے اندر چاروں جانب چھ سو چوراسی ستون ہیں۔ ہر طرف ستونوں

کی تین قطاریں ہیں' کسی جانب پوری اور کسی جانب کم و بیش' مثلاً کوہ صفا کی طرف تین قطار سے کچھ کم ہیں۔ باب ابراہیم و باب زیادہ کی طرف تین قطار سے پچاس ستون زیادہ ہیں۔ ان میں سنگ مرمر کے ستون دو سو پچانوے' سنگ صوان کے سولہ اور سنگ شمس کے ایک سو چالیس ستون ہیں.

باب الحکمہ کے سامنے ایک ستون سرخ ہے مشہور ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

منارے : مسجد کے گرد سات منارے بہت بلند اذان کے لیے چاروں کونوں پر اور تین درمیان میں بنے ہوئے ہیں.

اول : باب العمرہ کا منارہ' اس کی بلندی سڑسٹھ گز ہے ابو جعفر عباسیؒ نے اس کو تعمیر کرایا اس کے بعد اوروں نے درست کرلیا.

دوسرا : منارہ باب السلام پر ہے' اس کی بلندی ۶۵ گز ہے۔ اس کو از سر نو ۹۲۱ھ میں سلطان سلیم خان نے تعمیر کرایا.

تیسرا : منارہ باب علی پر ہے اس کی بلندی ۵۴ گز ہے اس کو سلطان سلیمان خان نے دوبارہ سنگ شمسی سے بنوایا.

چوتھا : منارہ باب الوداع پر ۵۰ گز بلند ہے ۷۷۱ھ شعبان والی موصل نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا.

پانچواں : منارہ باب الزیادہ پر ۶۷ گز اونچا ہے اس کو شاید معتضد باللہ عباسی نے بنوایا تھا.

چھٹا : منارہ سعی کی جانب ۸۰ گز بلند ہے' جو سلطان قایت بای کا بنایا ہوا ہے.

ساتواں : منارہ سلطان سلیمان خان کا بنوایا ہوا۔ باب السلام و باب الزیادہ کے درمیان ہے جس کی بلندی ۶۵ گز ہے جو سنگ شمسی کی طلاکار جالیوں سے بنا ہے.

ہانڈیاں و سامان روشنی : مسجد کے دروازوں میں بلوری ہانڈیاں آویزاں ہیں' جو تقریباً دو ہزار ہوں گی۔ یہ ہانڈیاں رمضان المبارک سے محرم الحرام تک ہر شب کو روشن ہوتی ہیں۔ روغن زیتون جلتا ہے روشنی اور صفائی کے اہتمام پر بکثرت خدام مامور ہیں جن میں بیشتر

خواجہ سرا ہیں۔ مطاف اور حجروں کی اندرونی ہانڈیاں دوازدہ ماہ روشن ہوتی ہیں۔

امامِ حرم : قریب ستر یا اسی کے امام مقرر ہیں۔ او قاف عثمانی سے وظیفہ پاتے ہیں۔ نقد کے علاوہ غلّہ بھی او قافِ سلطنت سے ملتا ہے۔

نمازیوں کی تعداد ایک جماعت میں : موقع حج پر قریب قریب ہر وقت کی ایک ایک جماعت میں پچاس ہزار سے زائد اور کبھی کبھی ایک لاکھ نمازی ہو جاتے ہیں۔ کیا عمدہ طریقہ اسلام میں جماعت کی نماز کا ہے۔ نمازیوں کی کثرت عجیب اثر ڈالنے والی دل پر ہوتی ہے۔ خصوصاً بیت اللہ میں مختلف الممالک مختلف الدیار، مختلف الاشکال، مختلف الالوان، مختلف اللسان، ہندی، عجمی، بخاری، کابلی، چینی، جاوی، داغستانی، مغربی، بدخشانی، کروی، شامی، روسی، عربی وغیرہ تمام دنیا کے اہل اسلام فرقے ایک ہی حالت اور ایک ہی لباس میں بہ زبان واحد وحدہ لاشریک کو پکارتے ہیں۔ تو ولی مسرت کا جوش ہزار چند ترقی کر جاتا ہے۔

معجزات خانہ کعبہ : حرم محترم یوں تو سراسر مظہر معجزات ہے مگر چند امر بدیہی ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

اول : یہ کہ حرم محترم میں ہزارہا کبوتر ہیں نماز کے وقت اڑ کر باہر چلے جاتے ہیں۔

دوئم : یہ کہ صحن اور کعبہ معظم کی چھت پر کوئی کبوتر بیٹھ نہیں کرتا۔

سوئم : یہ کہ کبوتر اور پرند خانہ کعبہ کے اوپر سے نہیں گزرتے اِدھر اُدھر ہو کر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ پرند اڑنے کے وقت خانہ کعبہ کے مقابل سے ہمیشہ یکسو ہو جاتے ہیں۔

چہارم : یہ کہ کیسی ہی شدید گرمی پڑے لیکن طواف کی جگہ بہت گرم نہیں ہوتی۔

دارالحکومت : باب ام ہانی کے سامنے دارالحکومت ہے، یہاں والی مکہ اور کمانڈر فوجی اجلاس فرماتے ہیں اور نیز تمام محکمہ جات خزانہ و پولیس وغیرہ ہیں۔

دارالقضاء : باب قاضی پر عدالت قضا ہے، شرعی مقدمات مثل توریث و طلاق، و تفریق، مہر و شفع و بیع وغیرہ ہیں۔ اسٹامپ یعنی کورٹ فیس کچھ نہیں دینا پڑتا۔

البتہ تجارتی و سودی مقدمات میں ۴ سیکڑا اسٹامپ، یعنی کورٹ فیس لگانا ہوتا ہے

فوجداری استغاثہ میں صرف ۲ کا کورٹ فیس مقرر ہے' محکمہ قاضی کا اپیل بحضور شیخ الاسلام (قاضی القضاۃ) قسطنطنیہ اور مرافع دیوانی کا اپیل محکمہ تمیز (ہائی کورٹ) قسطنطنیہ میں پیش ہوتا ہے.

جو مقدمہ اپیل سے ناقص ہو کر واپس آتا ہے اس میں پر فریقین از سر نو پیروی کرتے ہیں' معمولی شکایتوں کو بلا تحریری استغاثہ کے محافظان رعایا مثل پولیس وغیرہ کے بطور خود تصفیہ طے کر دیتے ہیں۔ وہاں جھوٹی شہادت میسر نہیں آتی لہذا تنازعات بھی طول نہیں پکڑتے.

بیر زمزم: در کعبہ سے مشرق کی جانب متصل مقام ابراہیم و مصلی شافعی کے چاہ زمزم واقع ہے' قبیلہ جرہم کے ایک رئیس عمرو بن حارث نے' جبکہ اس کو اولاد حضرت اسماعیلؑ نے بری حرکات کے باعث کعبہ سے نکالا' اس کو بند کر دیا تھا۔ حضرت عبدالمطلب جد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس کا نشان معلوم ہوا اور انہوں نے اس کو پھر کھودا۔ فضائل آب زمزم کے بیشمار ہیں مسلم میں ہے کہ زمزم کا پانی غذا کی غذا اور بیماریوں کی شفا ہے.

بخاری میں ہے' ابوذرؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو تیس شبانہ روز بجز آب زمزم کے کوئی غذا نہ ملی' میں صرف زمزم پیکر بسر کرتا تھا۔ مجھ کو بھوک کی کوئی سستی نہ معلوم ہوئی' بلکہ فربہ ہو گیا.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زمزم کا پانی اس غرض کے لیے ہے جس غرض کے لیے پیا جائے اس سے اشتہاء و تشنگی سب دور ہوتی ہے.

یہ وہ پانی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے بازو مارنے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سیراب کرنے کو نمودار ہوا تھا (روایت کیا اس کو دار قطنی نے)

اس کا قصہ اس طرح ہے کہ جب اللہ جل شانہ' نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے بچایا' تو آپ اپنے چچا کی بیٹی حضرت سارہؓ سے نکاح کر کے بغرض ہجرت نکلے اور مصر میں پہنچے۔ حضرت سارہؓ نہایت حسین تھیں۔ مصر کا بادشاہ فرعون باغوائے شیطان حضرت سارہؓ کا حسن و جمال سن کر فریفتہ ہوا اور ان کو طلب کیا۔ ان کو دیکھ کر اس درجہ بے خود ہوا کہ اپنے کو قابو میں نہ کر سکا جس وقت گستاخانہ ان کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ فوراً خشک ہو گیا.

اس واقعہ سے وہ اپنے ارادہ پر پشیمان خائف ہو کر التجا کرنے لگا کہ تو اپنے رب سے دعا کر کہ میرا ہاتھ میرے قابو میں ہو جائے میں تجھے ہرگز ایذا نہ دوں گا" ....الخ".

سفر نامۂ حجاز (تاریخ الحرمین)

یہ سفر نامہ سیرت نبوی کی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کے فاضل مصنف قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے سفر حرمین شریفین کے دوران ان کے مشاہدات و تجربات پر بیش بہا معلومات کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔ قاضی صاحب مرحوم نے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں ۲۶ / شعبان کو اپنے وطن پٹیالہ سے اس مبارک سفر کا آغاز کیا اور ۱۴ / ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو قمری حساب سے چھ ماہ اٹھارہ دن کے بعد واپسی ہوئی.

سفر نامہ حرمین شریفین کے تفصیلی کوائف ان کی عہد بعہد تعمیر اور زیب و زینت' عرب کی طبعی تقسیم' تاریخ اور جغرافیہ' قبائل حجاز' جدہ کا شہر اور بندرگا' ینبوع مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ حج پر مذاہب اربعہ کے فقہی مسائل اور حجاز مقدس کے ان تمام بابرکت مقامات کی روح پرور داستان اور ان کے بارے میں تحقیقی مواد پر محیط ہے جن کی زیارت کرنا باعث برکت و ثواب ہے۔ یہ کتاب دراصل خانہ خدا اور مسجد نبوی کی مکمل تاریخ ہے اور اس میں تقابل ادیان کی جھلک بھی نمایاں ہیں.

قاضی صاحب نے اپنا تحقیقی انداز' جو ان کی تحریر کا خلاصہ ہے اس سفر نامے میں بھی برقرار رکھا ہے۔ جو بات لکھی ہے تحقیق صحیح اور سند سے لکھی ہے اور بالتفصیل لکھی ہے۔ اس زمانے میں حجاز پر شریف مکہ حسین بن علی کی حکومت تھی۔ قاضی صاحب نے ان سے کئی بار ملاقات کی۔ ان سے سوال و جواب کا ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے.

ان کی تحریر کا مہتم بالشان حصہ وہ ہے جہاں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ نبوی کا ذکر کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ روضہ نبوی کے سلسلے کی یہ معلومات ایمان افروز ہونے کے علاوہ تاریخ کا ایک شہ پارہ بھی ہے.

مثلاً "ایک دفعہ ہز میجسٹی نے دریافت فرمایا تھا کہ ہند کے مسلمان ان سے کیوں ناخوش ہیں۔ میں نے کہا کہ خاندانوں کا انقلاب یا حکمرانوں کا تبدل اس ناخوشی کی وجہ

نہیں۔ مسلمانان ہند تو سمجھے ہوئے ہیں کہ اس سلطنت پر غیر کا سایہ بھی ہے اور یہی امر بہت زیادہ دل شکن ہے"

انہوں نے دوسرا حج ۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۰ء میں کیا اس وقت نجد و حجاز میں آل سعود کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ قاضی صاحب کی ملاقات ملک عبدالعزیز بن سعود سے بھی ہوئی، مگر اس سفر کے حالات وہ تحریر نہ کر پائے.

حج سے واپس پر یلملم کے قریب عرشۂ جہاز پر ان کا انتقال ہو گیا۔ وہیں نماز جنازہ سید محمد اسماعیل غزنویؒ کی امامت میں ادا ہوئی اور ان کا جسد خاکی سطح سمندر پر چھوڑ دیا گیا۔ قاضی صاحبؒ ایک پر گو شاعر بھی تھے، اور سلمان تخلص کرتے تھے۔ خود انہوں نے حرمین شریفین کے اس دوسرے سفر پر روانہ ہونے سے پیشتر یہ شعر کہا تھا.

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا
مجھے عمر رواں، آب رواں معلوم ہوتی ہے

سفر نامہ حجاز پہلی بار ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت ثانی کا اہتمام نبیرۂ مصنف قاضی عبدالباقی قدس سرہٗ کی مساعی سے ۱۹۸۶ء میں ہوا۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز ہیں۔ آخر میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی سوانح بھی منسلک کی گئی ہیں۔ سفر نامہ حجاز کے آغاز میں ایک طویل نظم ہے، جس کے چند اشعار اس طرح ہیں :

اے آنکھ حسن کعبہ کو تو بار بار دیکھ
کیا شان کیا جلال ہے یہ نور بار بار دیکھ
کیا کیا مطالبے تھے دل و چشم و روح کے
تینوں کو ایک وقت میں تو کامگار دیکھ
ہے کسوت سیاہ بنی سرمۂ نگاہ
رنگینی جمال کو جنت بہار دیکھ
تکبیر کی صدا پہ ملائک بھی مست ہیں
ذوق سماع و لذت گفتار یار دیکھ

سلماں مستمند تری آستاں پہ ہے
فضل و کرم سے اے مرے پروردگار دیکھ

حج کے مبارک سفر کے بارے میں کچھ مشورے لکھے ہیں:

"ان برکات عظیمہ و فوائد جسیمہ میں و مصالح کریمہ و نتائج عالیہ کے مقابلے میں جو اس سفر سے حاصل ہوتے ہیں' پیش آنے والی ترددات بالکل ہی ہیچ ہیں۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو' ہر مسلمان کو حج کے لیے ضرور مبادرت و مسابقت کرنی چاہئے البتہ یہ ضروری ہے کہ:

(۱) اچھے رفیق ہوں' (۲) روپیہ کافی ہو' (۳) کوئی عربی دان ساتھ ہو' (۴) تحمل و برداشت کا ملکہ راسخ ہو' (۵) اہل سفر کے ساتھ خلق و رفق کا برتاؤ کیا جائے' (۶) رفقاء کے آرام کے مقابلے میں اپنے آرام کی اور روپے کی وقعت نہ سمجھی جائے' (۷) حرمین شریفین کی ہر شے کا نظارہ نور اسلام اور ضیاء محبت میں کیا جائے۔

اس سفرنامے سے ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

"مقصورۃ النبویۃ الشریفہ" علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

"مسجد پاک کا مختصر ضروری بیان لکھا جا چکا ہے۔ اہل ایمان و وجدان کی آنکھیں روضہ پاک کے بیان پر لگی ہوئی ہوں گی۔ اس لیے اب اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوی / ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء بروز دو شنبہ بمقام قبا نزول اجلال فرمایا۔ ۱۴ یوم یہاں ٹھہر کر بروز جمعہ مدینہ منورہ میں نور افروز ہوئے۔ جب مسجد کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے ساتھ دو حجرات بھی بنائے گئے تھے' جن میں سے ایک یہ ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ کا ہے۔

یہی وہ حجرہ مبارکہ ہے: جسے ارض و سماء کے ہر مقام پر درجہ علیا حاصل ہے۔
یہی وہ حجرہ مبارکہ ہے: جو مہبط جبرئیل اور منزل کلام رب جلیل ہے۔
یہی وہ حجرہ عالیہ ہے: جہاں سے روح انور نے جسم اطہر سے پرواز کی۔
یہی وہ حجرہ مقدسہ ہے: جہاں حضور ﷺ کو غسل و کفن دیا گیا۔

یہی وہ حجرہ کریمہ ہے : جہاں دس دس صحابہ نے اندر داخل ہو کر نماز جنازہ ادا کی.

یہی وہ حجرہ امینہ ہے : جہاں انتقال سے ۳۲ گھنٹہ بعد جسم اطہر کو لحد انور میں لٹایا گیا.

یہی وہ حجرہ منورہ ہے : جہاں روز و شب ملائکہ رحمت کا نزول جاری ہے.

یہی وہ حجرہ عظیمہ ہے۔جو عِندَ اللّٰہِ خَیرُ البُقَاعِ ہے.

اس کا نام اپنی بیرونی عمارت کے ساتھ "مقصورۃ النبویۃ الشریفہ" ہے۔ عمارت کا یہ حصہ مسجد نبوی ﷺ کے دست راست (مگر قبلہ رخ انسان کے دست چپ) اور جانب شرق واقع ہے.

اس کے مغرب میں مسجد ہے۔ جنوب میں رواق (اول و دوم) مسجد کے دالان شرق میں پھر مسجد کا حصہ شمال میں باب جبرئیل اور صفہ کا چھتاؤ اس طرح پر مقصورہ کے ہر چہار جانب عمارات موجود ہیں.

قایت بائی خان کی عمارت سے پیشتر مسجد نبوی ﷺ کے روائق اول و دوم کا طول وہاں ختم ہو جاتا ہے' جہاں مقصورہ کی دیوار آجاتی ہے' مگر قایت بائی خان نے ان دالانوں کو لمبا کر دیا۔ جس سے ان دالانوں کا یہ حصہ مقصورہ شریفہ کے لیے برآمدہ بھی بن گیا۔ خلفاے راشدین اور ملوک سلف نے ان دالانوں کو اس لیے اس طرف نہیں بڑھایا تھا کہ مقصورہ شریفہ کے گرد پھرنے کی صورت پیدا نہ ہو جائے اور عام لوگوں طواف کی شکل قائم نہ کرلیں.

مقصورہ شریفہ کے ہر چہار جانب محراب نما عمارت ہے۔ ہر جانب ایک محراب ہر ایک محراب کے نیچے دو دو دروازے' ہر ایک دروازہ دو لختہ ہے۔ ہر ایک دروازے میں خوبصورت طلائی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ جو اپنی خوشنمائی سے بصر افروز ہیں.

طول	جنوباً۔ شمالاً	۱۶ میٹر	۳۶%۵۲ فٹ
عرض	شرقاً۔ غرباً ۱۵ میٹر		۴۹%۹ فٹ

ہر ایک محراب حجر صلد (سخت چکنا پتھر) کے گول گول بلند ستونوں پر بنائی گئی ہے۔ ہر چہار جانب کے دروازوں میں کھلنے والے کواڑ (طلائی رنگ مشبک = جالی دار) لگے ہوئے ہیں' جو بند رہتے ہیں' ہر ایک پھاٹک میں گول دائرہ نما خلا رکھی ہوئی ہے۔ جہاں آنکھیں ڈال کر اندر کا نظارہ دیکھا جاسکتا ہے۔ جو دروازہ جانب مسجد ہے اس کا نام باب الرحمۃ ہے.

سلام عرض کرنے والے اس دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں جو جانب جنوب کھلتا ہے۔ اس دروازہ کو امور مہمات عظیمہ کے موقع پر خاص منظوری سے کھولا جاتا ہے۔ جنوبی دروازوں کے پھاٹک عجیب صنعت سے تیار کئے گئے ہیں۔ ہر ایک داہنے ہاتھ کے کواڑ پر لَآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ اور بائیں ہاتھ کے کواڑ پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الصَّادِقُ الْاَمِیْنُ نحاس (تانبہ) حروف میں ڈھلے ہوتے ہیں اور اسی طرح کی چار چار سطور ان کواڑوں پر مسطور ہیں۔ ان کواڑوں میں تین تین گول روشن دان (شباکہ) بھی رکھے ہوئے ہیں کہ آنکھیں ڈال کر اندر کا نظارہ کیا جاسکے۔ دن میں اندر کا نظارہ کم نظر آتا ہے' کیونکہ چھت کا سایہ رہتا ہے۔ رات کو جب کہربائی لیمپ اور زیتونی سراج روشن ہو جاتے ہیں' تو دیکھنے والے کی آنکھیں کھل جاتی ہیں.

یہ مقصورہ اول اول ۶۶۷ھ میں سلطان الظاہر رکن الدین بیبرس شاہ مصر نے تیار کرایا تھا۔ اس سے پیشتر یہاں چوبی جنگلہ لگا ہوا تھا اور جنگلہ سے پرے حظار مزور صاف (معزز احاطہ) نظر افزا تھا.

چوبی جنگلہ کے تحت میں خندق کھودی گئی اور اسے رصاص (سیسہ) سے بھر دیا گیا تھا۔ علامہ سمہودی مؤرخ مدینہ نے اپنی کتاب خلاصۃ الوفا میں جمال اسنوی کے رسالہ سے نقل کیا ہے' کہ ملک عادل نورالدین شہیدؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب خواب میں تین بار دیکھا کہ آنحضور ﷺ دو کس گربہ چشم (اشقرین) کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں۔ اور زبان مبارک پر یہ الفاظ ہیں۔ اَنْقِذْنِیْ اَنْقِذْنِیْ مِنْ ھٰذَیْنِ ہ (مجھے ان دو سے نجات دلاؤ).

بادشاہ اٹھا تیز رو سانڈنیاں منگوائیں۔ صرف بیس آدمی ساتھ لیے مصر سے مدینہ منورہ ۱۶ روز میں پہنچ گیا اور اہلِ مدینہ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ سب آئے مگر وہی دو شخص نہ تھے دریافت سے پتہ چلا کہ دو اہلِ مغرب جو نہایت صالح' فیاض اور عابد ہیں' رہ گئے ہیں۔ ان کو بھی بلا لیا گیا۔ سلطان نے دیکھتے ہی ان کو پہچان لیا۔ ان کو حفاظت میں دیا گیا۔ خود سلطان ان کے مکان پر گیا۔ جستجو سے پتہ لگ گیا۔ ایک نقب اس مکان سے حجرہ مبارکہ کی جانب کھودی جارہی ہے۔ اب تو خوب تفتیش کی گئی۔ دونوں نے اقبال کر لیا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں۔ ان کو ان کے بادشاہ نے لاش مبارک نکال لانے کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ روزانہ مٹی جو نقب سے نکالا کرتے تھے۔

چرمی تھیلوں میں بھر کر جنت البقیع کی جانب جہاں وہ زیارت کرنے کے بہانہ سے جایا کرتے تھے پھینک آیا کرتے تھے۔ ان حالات کے معلوم ہونے پر سلطان کی عجیب حالت ہوئی۔ وہ زار زار روتا تھا اور اسے صبر نہ آتا تھا۔ تب اس نے روضہ مبارکہ کے گرداگرد خندق نکلوا کر اسے سیسہ سے بھروادیا۔ اس واقعہ کا ذکر فقیہ الحکم الدین یعقوب بن ابی بکر نے بھی معہ سلسلۂ رواۃ خود کیا ہے۔ مؤرخ مطیریؒ کے بیان سے بھی واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس نے واقعہ کو ۵۵۷ھ کا بتایا ہے۔

الغرض نور الدین شہیدؒ نے خندق پر رصاص کے اوپر جنگلا بنوادیا تھا۔ سلطان رکن الدین بیبرس نے ۶۹۴ھ میں دوسرا جنگلہ بدل دیا۔ جو قد آدم تھا۔ اس میں تین دروازے بھی رکھے گئے۔

زین الدین العادل نے ۶۹۳ھ میں جالی دار جنگلے کو مسجد کی چھت تک بلند کر دیا۔

سلطان الظاہر چقمق نے ۸۵۳ھ میں جنگلے کو مسقف کر دیا نیچے ریشمی چادر کی چھت لگادی گئی۔

جب اسے آتش زدگی نے تباہ کر دیا۔ تب ۸۸۶ھ میں موجودہ مقصورہ سنگ رخام کے ستونوں اور محرابوں کا تیار کیا گیا۔ گنبد عالی جسے اب قبۂ خضراء سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی مقصورہ کی دیواروں کے اوپر ہے۔

حظار مزور اطاطہ حرمت والا

مقصورہ کی مربع عمارت کی جالیوں میں سے اندر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایک اور عمارت ہے۔ جو مخمس یا مسدس نما ہے۔ یہ عمارت نہایت قیمتی احجار سے بنائی گئی ہے۔ اس خطار کو ۸۸ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ (مجدد مأتہ اول) (یعنی پہلی صدی ہجری کے مجدد) نے بحکم ولید بن عبدالملک تیار کرایا تھا اور باقی حصہ کو چھوڑ کر اس کی زیب و آرائش کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ ولید نے اس کفایت کی وجہ پوچھی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ بولے کہ صرف اتنے ہی حصہ میں ۴۵ ہزار دینار سرخ کا مصارف ہو چکا ہے' ولید نے جواب میں کہا: كَأَنَّكَ تُنْفِقُهَا مِنْ مَالِكَ کیا تم اپنے مال سے خرچ کر رہے ہو۔

حظار کو نیک دل عمر بن عبدالعزیزؒ نے مخمس و مسدس نما بنوایا۔ مربع اس لیے نہ بنوایا کہ لوگ اسے "مثیل کعبہ" سمجھ کر کہیں اس کا طواف ہی نہ کرنے لگ جائیں۔ اب اس تمام

عمارت پر از سر تاپا کسوۃ پڑی ہوتی ہے' یعنی عمارت کا سراپا لباس سے ملبوس ہے.

لباس حظار کی تاریخ

سب سے پہلے ہارون رشیدؒ کی والدہ خیزران خاتون نے ۱۷۰ھ میں اس پر ریشمی پردے چڑھائے تھے۔ پھر وزیر مصر "صالح" کے داماد امیر حسین بن ابی الہیجاء نے اس پر دبیق (دیبا) ابیض کا کسوۃ چڑھایا۔ اس کے وسط میں حریر احمر کا ٹپکا تھا۔ اس پر سوہ یسٰین کاڑھی ہوئی تھی۔ یہ واقعہ مستغنی بامر اللہ کے عہد میں ہوا۔ پھر ناصر لدین اللہ نے سیاہ ریشم کا کسوت بھیجا۔ جو سابقہ کسوۃ کے اوپر چڑھایا گیا۔ پھر ۷۶۰ھ میں سلطان صالح اسماعیل بن ناصر محمد نے ایک بڑی جاگیر وقف کر دی۔ جس کی آمدنی سے کسوۃ کعبہ ہر سال اور کسوۃ حظار مزور ہر پانچ سال بعد تبدیل ہوتی رہی۔ جب سے سلاطین آل عثمان نے خادم الحرمین ہونے کی عزت پائی ہے' تب سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ حظار مزور کا لباس ہر ایک سلطان کی تخت نشینی کے موقع پر تبدیل ہوتا ہے۔ موجودہ کسوۃ سلطان عبدالحمید خان غازی کی تخت نشینی کے موقع کا ہے۔ جسے چالیس سال ہو چکے ہیں.

عبدالحمید خان غازی کے بعد جلد جلد انقلاب ہوتے رہے اور کسوۃ تیار نہیں ہوا۔ اس کسوۃ پر قریباً ۱۰ افٹ کی بلندی پر حزام (ٹپکا) لگا ہوا ہے۔ جو سرخ مخمل کا ہے۔ اس پر سونے کی تاروں سے ابھرے ہوئے حروف میں سورۂ اِنَّافَتَحنَا مکمل تحریر ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ دیوار جنوبی سے شروع ہو کر غربی' شمالی دیواروں پر ہوتی ہوئی شرقی دیوار کے کونہ پر ختم ہوتی ہے.

حزام سے نیچے دیوار پر (جس طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کیا جاتا ہے)' چار کتبے لگے ہوئے ہیں۔ یا کہنا چاہئے ٹانکے ہوئے ہیں۔ یہ بھی سرخ مخمل کے ہیں۔ سونے کی تاروں کے حروف بنائے گئے ہیں۔ صورت یہ ہے.

هٰذا اِقبَرُ النبیِّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ لَآاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

هٰذَا قَبرُاَبِی بَکرِ الصَّدِیقِ رضی اللّٰهُ عَنهُ

هٰذَا قَبرُ عُمَرَ الفَارُوقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ

قبور پر نور کے رخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بالین مبارک بجانب غرب ہے اور قدم صدق بجانب شرق ہیں۔ وجہ نورانی بجانب جنوب' کیونکہ مدینہ منورہ میں جنوب ہی سمت قبلہ ہے :

حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے وزرائے صدق کے چہرہ ہائے انور کے مقابل گول گول شباکے (روشن دان) نحاسی کواڑوں میں ڈھلے ہوئے ہیں' تاکہ سلام پڑھنے والا وجہ انور کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کر سکے۔

مقصورہ اور حظار کے درمیان ہر چہار جانب اندازاً ۷ فٹ سے ۱۰ فٹ تک جگہ چھٹی ہوتی ہے۔ جس سے مقصورہ بطور برآمدہ کے بن گیا ہے۔ اس درمیانی جگہ کا فرش نہایت قیمتی احجاو بو قلموں سے بنایا گیا ہے۔

"ام المومنین صدیقہ امت' حبیبۂ رسول ﷺ عائشہ طیبہ کا گھر"

یعنی

سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ انور و مرقد مطہر

یہ حجرہ حظار مزور کے اندر ہے' ہجرت کے سال اول میں تیار اور شوال ۲ھ کو صدیقہؓ کی رونق افروزی سے آباد ہوا تھا۔ اور اس کی دیواریں کچی اینٹ کی ہیں۔

۸۸۸ھ میں بعہد سلطان قایت بای خان حظار مزور کی مرمت کی گئی تھی۔ اس وقت اس کی سنگین دیواروں کے عرض میں ایک اینٹ کچی ملی تھی۔ ڈیڑھ فٹ لمبی ۳/۴ فٹ چوڑی ۱/۴ فٹ موٹی اس وقت قیاس کیا گیا تھا کہ یہ خشت حجرہ پاک کی ہے' جسے یمن و برکت کے لیے حظار کی سنگین دیوار میں رکھ دیا گیا ہے۔ روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حجرہ مبارکہ کا ایک دروازہ جانب شرق تھا۔ عام آمدورفت اسی دروازہ سے تھی۔ دروازہ میں یک تختی پھاٹک لگا ہوا تھا۔ اسی کے بالمقابل جانب غرب ایک چھوٹا دروازہ یا طاق تھی۔ جو مسجد کی جانب کھلتی تھی۔ یہ طاق مسقّف حجرہ کی دیوار میں تھی۔

حجرہ کے باہر صحن تھا۔ صحن کی جانب چھوٹا کوچہ اور کوچے سے پرے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ۔ صحن کی شمالی جانب مثلث نما جگہ تھی۔ مثلث کے وسطی کونہ میں ایک طاق

تھی۔ جو سیدہ بتول زہرا علیہ السلام کے صحن خانہ میں کھلتی تھی۔ طاق کے برابر ہی تھوڑی بلندی کا چبوترہ تھا۔ جس پر عام طور پر نشست کی جاتی اور نوافل ادا کئے جاتے تھے۔ حجرہ مستطیل تھا اس کا طول شرقاً غرباً تھا.

حجرہ پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی قبور بن جانے تک کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' لیکن جب عمر فاروقؓ بھی اسی جگہ دفن ہوئے۔ تب عائشہ طیبہؓ نے اپنی رہائش گاہ اور قبور کے درمیان ایک چھوٹی پردہ کی دیوار اٹھوادی۔ ام المومنینؓ کا بیان ہے' کہ عمرؓ کی قبر بننے سے پیشتر میں یہاں بے تکلفانہ رہا کرتی تھی۔ سر ڈھانپنے یا کھلارہ جانے کا خیال نہیں رکھتی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ یہاں میرا شوہر ہیں یا میرا باپ ہیں' لیکن تدفین عمرؓ کے بعد یہاں پورے لباس کے بغیر کبھی نہیں آئی.

ام المومنینؓ کے اس تقوی وورع پر غور کرو۔ ان کی غایت ستر و حجاب کا اندازہ لگاؤ کہ غیر محرم کی قبر سے اگرچہ وہ فاروق اعظم ہی تھے' اتنا ہی حجاب کیا جس قدر ان کی زندگی میں مرعی تھا' حالانکہ حجاب کرنے والی وہ ہے جو بحکم قرآنی اس میت کی ام ایمانی ہے۔ اس واقعہ سے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو خاص سبق لینا چاہئے.

عائشہ صدیقہؓ کی حیات طیبہ تک حجرہ مبارک کھلا رہتا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم حجرہ کے دروازہ شرقی پر حاضر ہوتے اور ان الفاظ میں سلام عرض کرتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

پھر مسجد میں حاضر ہوتے۔ صدیقؓ و فاروقؓ کے دفن کے بعد پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے۔ پھر کہا کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَااَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ۔

جب کسی صحابیؓ نے اندر آنا ہوتا۔ تو صدیقہؓ کی اجازت کے بعد اندر بھی حاضر ہو جاتے۔ ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو صدیقہؓ کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد حجرہ مبارک کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور ۸۸ھ میں اس تمام حجرہ کو حظار مزور کے اندر محفوظ کر دیا گیا.

قبور پر نور کی حالت وقوعی

حجرہ مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر حجرہ کی دیوار خام جنوبی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ تدفین کے بعد جب بلال رضی اللہ عنہ قبر پر پانی چھڑکنے لگے تو دیوار جنوبی اور قبر کے درمیان بلالؓ کے کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے ورے کھڑے کھڑے پانی جنوبی پہلو پر چھڑکا تھا (روایت ابن عساکر)۔ اس سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ جب قبر کا بالائی حصہ سطح زمین پر دیوار سے اتنا قریب تھا۔ تو آئمہ کبار کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ لحد مبارک دیوار جنوبی کے تحت میں تھی۔ (امام شافعیؒ نے اس کو حزماً بیان کیا ہے)۔

گویا عصمت ربانی نے یہ حفاظت کر دی کہ کسی ذی روح کا پاؤں بھولے سے بھی اوپر نہ رکھا جائے۔ خلیفۃ الرسول ابو بکر صدیقؓ کی قبر حضور ﷺ کی قبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس سے شمال کو ہے۔ صدیقؓ کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے برابر رکھا گیا ہے۔ اس لیے ان کی قبر جانب بالیں سے نیچے کو ہٹی ہوئی ہے۔ فاروقؓ کی قبر صدیقؓ امت کی قبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس سے جانب شمال کو ہے۔ فاروقؓ کا سر صدیقؓ کے شانہ کے برابر ہے۔ عمرؓ کے قدم حجرہ کی دیوار شرقی تک پہنچ گئے ہیں۔ ۸۸ھ میں جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حظار مزور کی بنیاد بموجودگی اولاد صحابہ کھدوا رہے تھے۔ تب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قدم برہنہ ہو گئے تھے۔ دیکھا کہ کفن بھی میلا نہ ہوا۔

ہمارے اس تمام بیان سے (جو عنوانات مقصورہ شریف' حظار مزور' اور حجرہ مبارکہ کی تحت میں ہوا ہے) ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ سرور عالم فخر آدم وولد آدم کا کچا حجرہ مبارکہ اب تک اصل صورت میں 'اصلی حالت میں موجود و قائم ہے۔ دنیا میں کسی اور نبی یا رسول کے گھر اور قبر کی حفاظت قدرت الٰہیہ کی جانب سے ایسی نہیں ہوئی۔ دیگر انبیا علیہم السلام کی قبور کا اول تو پتہ ہی نہیں اور جن چند قبور کے نشانات بنے ہوئے بھی ہیں وہ بھی ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔

اس صلی حجرہ میں ۸۸ھ کے بعد داخل ہونے کا شرف بہت کم بزرگوں کو حاصل ہوا ہے۔ اور جن بزرگوں کو یہ عزت حاصل ہوئی۔ ان کا ذکر تاریخ اسلامیہ میں درج ہے۔

۵۴۸ھ کا واقعہ ہے کہ حجرہ شریفہ کے اندر ایک دھماکہ کی آواز سنی گئی۔ خلیفہ کی منظوری سے شیخ الشیوخ عمر الشامی الموصلی کو جو مدت سے مقیم آستانہ تھے حظار مزور کی چھت سے اندر پہنچایا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ دیوار غربی سے کچھ اینٹیں چھٹ کر گر گئی ہیں اور ٹوٹ گئی ہیں۔ ان کی اطلاع دہی پر خاک پاک مسجد نبوی سے خشت بنا کر اندر پہنچائی گئیں۔ انہوں نے دیوار درست کر دی۔ قبور پر جو مٹی گر گئی تھی۔ اسے انہوں نے جاروب ریش سفید سے صاف کر دیا.

ابوالحسن علی نور الدین بن عبداللہ السمہودیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) مصنف کتاب خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ بھی ان بندگان خاص میں سے ہیں۔ جن کو حجرہ منورہ کی ارض مقدسہ دیکھنے کی دولت جاوید حاصل ہوئی تھی۔ یہ اس وقت ہوا جب عمارت قایت بای (از ۸۸۱ تا ۸۸۸ھ) بن رہی تھی.

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مٹی ہٹاتے ہٹاتے حجرہ منورہ کی اصلی زمین برآمد ہوئی تو ایسی روائح طیبہ سے دماغ شام معطر ہوا۔ آج تک کسی عطر میں ایسی خوشبو نہ پائی گئی تھی.

بطیب رَسُولِ اللّٰہِ طَابَ نَسِیمُھَا

فَماالمِسکُ مَا الکافُورُ مَا مُندَلُ الرَّطَبِ

۳۔ مرقع حجاز............ از خاموش فتح پوری

مرقع حجاز جناب ابوالقلم خاموش فتح پوری کے سفر حرمین شریفین کی خوبصورت داستان ہے۔ خاموش صاحب اخبار دلچسپ فتحپور کے ایڈیٹر تھے۔ ان کا تعلق آگرہ سے تھا۔ انہوں نے ۱۹۳۴ء میں حج کیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ٹھیرے رہے۔ مدینہ منورہ کی زیارت کرتے رہے اور طائف کا سفر اختیار کیا۔ اگلے سال ۱۹۳۵ء میں دوسرا حج کرنے کے بعد وطن کو مراجعت کی۔ اس طرح وہ سوا سال تک حجاز مقدس میں مقیم رہے.

۸ر فروری ۱۹۳۴ء کو آگرہ سے روانگی ہوئی اور پانچ مئی ۱۹۳۵ء کو ان کا جہاز بمبئی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم مرقع حجاز کے متعلق تحریر کرتے ہیں :

یا اللہ! تیرے کعبہ کا حج کروڑوں نے کیا اور تیرے حبیب ﷺ کے دیار مقدس کی زیارت بھی بے شمار پروانوں نے کی، مگر اس طرح کہ پتھر کو چوما، پتھر پر دوڑے، پتھر کے کنکر مارے تو پتھروں کے میدانوں میں دن بھر ٹھیرے اور چلے آئے۔ مگر تیرے بندے حسن الدین خاموش نے تیری ہر ادا کو اسی نظر سے دیکھا جس کی ضرورت تھی اور تیرے بندوں کے اس مفاد کو سامنے رکھا جس کے لیے تو نے حج کا حکم دیا تھا۔"

مرقع حجاز کا تعارف سید غلام بھیک نیرنگ ایڈووکیٹ انبالہ نے کر لیا ہے:

"حضرت خاموش ایک ممتاز اہل قلم ہیں اور ایک عملی کام کرنے والے بزرگ۔ ان کے لکھنے کا انداز ایسا ہے کہ عرب کی معاشرت کی بولتی چالتی تصویریں نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے قیام حجاز کے زمانے میں بعض اصلاحات نافذ کرانے کی سعی بھی کی، مثلاً حرم بیت اللہ میں گداگری کی روک تھام یا عربی مصنوعات کو بطور تبرک خریدنے کی تحریک یا مکہ معظمہ میں حکومت کے زیر اہتمام ایک محتاج خانہ قائم کرنا۔ گویا مرقع حجاز دلچسپ ہونے کے علاوہ مفید بھی ہے کہ اس میں جابجا اہل عرب کی موجودہ حالت کو تعلیمی و اقتصادی نقطۂ نظر سے بہتر بنانے کے عملی طریقے بیان کئے گئے ہیں"۔

ابوالقلم خاموش صاحب کا یہ سفرنامہ حجاز کے بارے میں معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ ہے۔ اس میں دینی معلومات اور مقامات مقدسہ کی زیارت کا آنکھوں دیکھا حال ملتا ہے۔ علاوہ ازیں وہاں کے رسم و رواج، تعلیمی حالت، حکومت کے انتظامات، عیدین کے اسلامی تہوار، زبان خوراک اور پوشاک، شادی بیاہ اور خواتین کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ ہر موقع کے مطابق دعائیں اور اذکار بھی تحریر کر دیئے ہیں۔ گداگری کے انسداد کے سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں عربی مصنوعات کی ایک باقاعدہ دوکان کھلوادی، جہاں بدو اور دوسرے عرب کاریگروں کی تیار کردہ اشیا فروخت کی جاتی تھیں۔ وہ تعلیمی اداروں اور بالخصوص اہل ہند کی طرف سے قائم کردہ مدارس اور ہندوستان کے بعض والیانِ ریاست، حیدر آباد دکن، بھوپال اور بہاولپور کے تعمیر کردہ رباطات اور مالی معاونت کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حجاز مقدس میں مقیم مہاجرین ہند کا پتہ بھی اس مرقع حجاز میں ملتا ہے۔

وہ اہل عرب کی فلاح و بہبود کے سنجیدگی سے خواہاں نظر آتے ہیں اور کسی گداگر کو حرم شریف کے نواح میں دیکھ کر انہیں دلی دکھ کا احساس ہوتا ہے۔

مرقع حجاز مکہ معظّمہ' مدینہ منورہ اور طائف کا ایک خوبصورت روزنامچہ ہے۔ اسے ارض مقدس کی مذہبی' تمدنی اور سیاسی زندگی کی منہ بولتی تصویر کہنا مناسب ہوگا۔

ابوالقلم خاموش جگہ جگہ آل سعود کے حکمرانوں اور ان کے زمانے میں قائم شدہ امن و امان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ انہیں سلطان عبدالعزیز کی ضیافت میں شرکت اور کئی بار ان سے ملاقات کا موقع بھی ملا۔

سفر نامہ سعادت

(از محمد عبدالوہاب صفدر جنگ)

راجپوتانے کی مشہور مسلم ریاست ٹونک کے نواب محمد علی خان صولت جنگ کے صاجزادے نجم الامراء حافظ' حاجی مولوی قاری محمد عبدالوہاب صفدر جنگ نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں مع اپنی اہلیہ و متعلقین حج بیت اللہ شریف کیا۔ سفر نامہ سعادت اسی مبارک سفر کی روداد ہے جو ۱۳۵۳ھ میں محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوئی.

یہ سفر اس لحاظ سے خاصا منفرد اور دلچسپ ہے کہ ان عازمین حجاز نے بمبئی سے سیدھا جدہ جانے کی بجائے نہر سویز کی بندرگاہ پورٹ سعید کا رخ کیا اور پھر وہاں سے فلسطین اور شام سے ہوتے ہوئے سرزمین حجاز پہنچے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ اگر "بمبئی" سے جدہ جائیں تو راستے میں دس دن کے لیے قرنطینہ میں رہنا پڑتا ہے' مگر پورٹ سعید اور فلسطین و شام کے راستے جایا جائے تو چونکہ یہ سب علاقے سلطان معظم' یعنی عثمانی خلیفہ کے ہیں' اس لیے قرنطینہ کی حاجت نہیں ہوتی.

بمبئی سے پورٹ سعید تک پہنچنے میں سترہ دن صرف ہوے۔ یہاں سے بحری جہاز میں فلسطین کے شہر یافہ گئے اور یافہ سے ریل کے ذریعہ بیت المقدس کا سفر اختیار کیا۔ مسجد اقصیٰ اور مزارات انبیا کرام' قبۃ الصخرہ اور دیگر مشہور مقامات پر حاضری دی۔ پھر یافہ کو لوٹے اور سمندری راستے سے حیفا روانہ ہوئے۔ حیفا سے بذریعہ ریل دمشق کا سفر کیا۔ دمشق میں کئی دن کے قیام کے بعد بذریعہ حجاز ریلوے مدنیہ منورہ کو روانگی ہوئی۔ مدینہ منورہ میں چودہ دن تک حاضر رہنے کے بعد ۲۲/ ذوالقعدہ ۱۳۳۱ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ۳/ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک اونٹ کی سواری لازم تھی۔ راستہ لمبا اور پر خطر عموماً راتوں کو کئی محفوظ مقام پر قیام کرنا پڑتا۔ ساتھ مصری قافلے والے بھی تھے جو بالعموم بندوقیں چلاتے جاتے تھے تاکہ اردگرد کے رہنے والوں کو پتہ چلتا رہے کہ مسافر خالی ہاتھ نہیں' مسلح ہیں.

سفر نامہ سعادت ایک نیک نہاد نواب زادے کا جذب و شوق میں ڈوبا ہوا بیان مکہ و مدینہ ہے۔ بمبئی' عدن' پورٹ سعید' یافا' حیفا' بیت المقدس' دمشق' مدینہ منورہ' مکہ معظمہ تمام شہروں کے جہاں جہاں وہ مقیم رہے دل کش انداز میں تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' حرم شریف' روضۂ نبوی اور مسجد نبوی ﷺ کا حسین پیرائے میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ وہ مدینہ منورہ کے تمام متبرک مقامات کی زیارت اور ان کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔

ان کے ہاں حالات و کوائف کا گہرا مشاہدہ ملتا ہے۔ بالخصوص دمشق' بیت المقدس' ارض فلسطین اور مدینہ منورہ کے حالات نہایت تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں جو معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ہیں۔ نہر سویز کے بارے میں بھی اس میں بہت سی تفصیلات لکھی ہیں۔ دمشق میں انہوں نے مصر سے غلاف کعبہ کی آمد اور وہاں سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کو اس کی روانگی کا منظر نہایت خوبی سے نذر قارئین کیا ہے کہ اس کا حسین منظر نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ حجاز ریلوے میں سفر کی جزئیات کا بیان نہایت عمدہ ہے۔ پہاڑوں میں چکر کھاتی ہوئی ریلوے لائن اور سرنگوں تک کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ حیفا سے دمشق تک ۲۵ ریلوے اسٹیشن آتے ہیں' جبکہ دمشق سے مدینہ منورہ تک ریلوے اسٹیشنوں کی کل تعداد اناسی (۷۹) ہے' جن میں مشہور ترین زرقا' عمان' معان' تبوک اور مدائن صالح ہیں۔ ریل کے ڈبوں کا حال بھی بیان کرتے ہیں۔ حیفا سے براستہ دمشق مدینہ منورہ تک کا کرایہ فی کس ستاون روپیہ تین پائی ہے۔ راستے میں جہاں جہاں سلطانی فوج موجود ہے اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب جو ۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ کو ٹونک سے روانہ ہوئے تھے ۵/ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ ۴/ دسمبر ۱۹۳۱ء کو اپنے وطن محمد آباد عرف ٹونک میں سفر فائز المرام ہوئے اور مثل سابق اپنے عہدے کے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اب حضرت موصوف کو عبادت الٰہی میں بہت ہی زیادہ شغف و انہماک ہو گیا تھا" انہوں نے خود ہی اس سفر حرمین شریفین کا قطعۂ تاریخ لکھا:

حالات لکھ چکا سفر حج کے جب تمام
فضل خدا سے طبع رسانے جو کی کمک
آیا خیال دل میں میرے نام و سال کا
تاریخی نام اس کا ہوا اختر فلک
(۱۳۳۱ھ)

ارض فلسطین کے بارے میں لکھتے ہیں:

(ریل کے سفر میں) راستے میں زراعت ربیع بھی دیکھی گئی اور پہاڑوں پر درخت بھی دکھائی دیتے تھے۔ اس طرف کے اہلِ دیہات کے مکان پختہ ہیں۔ ان پہاڑوں کے بیچ میں عجب طرح کا موڑ دے کر ریل کو لے گئے ہیں۔ یہ مواقع بھی ایسے لائق دید ہیں کہ ان کا حظہ ہرگز بیان سے محسوس نہیں ہو سکتا' تاوقت کہ اپنی آنکھ سے دیکھے نہ جائیں۔

پہاڑوں پر انگور و انجیر و زیتون وغیرہ کی جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں...... ان پہاڑوں میں زراعت پیاز' لہسن' گاجر' بینگن وغیرہ کے دیکھنے میں آئے اور انگور تو بالکل ایسے ہی کثرت کے ساتھ ہیں جیسے ہمارے ملک میں پہاڑوں پر جھاڑیاں ہوتی ہیں' اس کوہستانی ملک میں زیتون اور انگور کے باغ پہاڑوں میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ البتہ ان کو دیکھ کر عجیب لطف آتا ہے' یعنی پہاڑ کو بھی درجہ بدرجہ ایک زینہ وسیع کی مانند بنا رکھا ہے اور ہر درجہ پر انگور و زیتون و انجیر کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ماسوا اس کے دیگر زراعت بھی ہوتی ہے۔ یہ منظر بھی لائق دید ہے۔ تمام پہاڑوں پر دیہات آباد ہیں اور مساجد بھی بنی ہوئی ہیں تخمیناً پندرہ سولہ میل تک ان پہاڑوں کے بیچ میں ہو کر ریل جاتی ہے اور تمام جنگل نہایت سرسبز و بے انتہا رونق دار اور بغایت پر بہار ہے:

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یہ سب حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔ پھر قریب مغرب کے اسٹیشن بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ یہ اسٹیشن کوئی ایسا بڑا مکان نہیں ہے' صرف معمولی سا بنا ہوا ہے۔ یہاں سے بگھیوں میں سوار ہو کر ایک مکان میں فروکش ہوئے۔ یہ مکان تکیہ کے نام سے مشہور

ہے اور شہر کے اندر دروازہ شہر کے قریب ہی واقع ہے۔ اس دروازہ کا نام باب الرحمان ہے۔ اسٹیشن سے لیکر یہاں تک خوب آبادی ہے اور اسٹیشن سے اس جگہ کا جہاں ہم ٹھیرے ہیں۔ تخمیناً دو میل کا فاصلہ ہو گا۔ خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے میں اور میرے اہل محل و برخوردار عبدالحی خان اور جملہ ہمراہیان بخیریت تمام یہاں پہنچے۔ شب کو اسی مکان میں آرام کیا۔ اسٹیشن سے یہاں تک نصاریٰ و یہود و مسلمانان بڑے بڑے سوداگروں کی دکانیں ہیں اور کس قدر غربا کی بھی آبادی ہے۔ یہ آبادی جدید ہے اور بہ نسبت قدیم آبادی کے کسی قدر کشادہ بھی ہے۔ سب سلطنتوں کے سفرا کے مکانات و خیرات خانہ اسی جدید آبادی میں واقع ہیں۔ ان مکانات کے اندر باغات بھی لگے ہوئے ہیں ہم نے شب کو مسجد اقصیٰ کہ بیت المقدس کا نام ہے دیکھی صبح صادق کے وقت ہم مسجد میں گئے اور حنفی مصلی پر نماز جماعت سے ادا کی۔ جس جگہ صخرہ ہے وہی مصلی حنفی ہے۔ یہ صخرہ ایک بڑا پتھر ہے جو گنبد کے اندر ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ یہ پہلے گنبد کے اندر معلق تھا، مگر اب تو وہ گنبد کی دیواروں پر لٹکا ہوا ہے۔ یہ گنبد بہت عمدہ بنا ہوا ہے۔ اس کے ستون معمولی پتھروں کے تراشے ہوئے ہیں اور موقع موقع پر سنگ مرمر کے ستون بھی ہیں اور دیگر کئی قسم کے پتھروں کے ستون ہیں۔ ان سب پر سونے کا کام ہو رہا ہے انہیں ستوں پر گنبد یا قبہ ہے اور اس قبہ کے اندر صخرہ ہے اور صخرہ کے بیچ میں ایک سوراخ ہے۔ وہاں کے آدمی ایسا بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سوراخ کے جگہ سے معراج ہوئی ہے، مگر یہ سندی روایت نہیں ہے.

شب معراج عروج توز افلاک گذشت مقامیکہ رسیدی نرسند ہیچ نبی

خضر علی نبینا و علیہ السلام کا مصلی صخرہ سے بجانب شمال ہے اور اسی جانب جبرئیل علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ یہ کرسی کی بیٹھک کے برابر وسیع اور اس قدر بلند ایک چبوترہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹھنے اور عبادت کرنے کی جگہ قبہ صخرہ جانب غرب ہے۔ یہ بھی اسی وضع کی بنی ہوئی ہے اور اس کے مغرب کی جانب حضرت داؤد و حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام کی جگہ اسی شکل کی بنی ہوئی ہے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سر آمد عمامہ مبارک کا نشان بھی صخرہ میں ایک گڑھے کی شکل میں نمایاں ہے، جیسا کہ یہاں کے لوگ بیان کرتے ہیں اور ایک مقام زیارت کا۔ ارواح ہے۔ یہ ایک کنواں ہے، یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اس جگہ سب انبیا علیہم

السلام کی ارواح جمعرات کو جمع ہوتی ہیں' واللہ علم۔

قبہ صخرہ کی جانب شرق مسجد کی دیوار احاطہ کے گوشہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام و حضرت مریم علی نبینا و علیہا السلام کی عبادت و رہنے کی جگہ بنی ہوئی ہے اور اسی جانب کچھ فرق سے حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کی قبر مختلف فیہ ہے' یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی کرسی ہے اور اسی جانب باب الرحمۃ' باب توبہ ہے اور پل صراط کی بھی نشانی بنی ہوئی ہے اور مسجد اقصیٰ کے نیچے ہے' یعنی مسجد اس کی چھت پر ہے اور یہ چھت اب روئے زمین کے ساتھ ایسی مسطح ہو گئی ہے کہ زائرین ایک نیچے جانے والے زینہ سے اتر کر اس کے اندر جاتے ہیں۔ اس کے ستون بھی پتھر کے ہیں اور اس قدر موٹے اور لانبے ہیں کہ انسان کا کام ایسے پتھروں کے ستونوں کے اٹھانے کا ہرگز ہرگز نہیں معلوم ہوتا - یہ کام جنات کا ہے یا جر ثقل سے ممکن ہے۔ پس انہیں ستونوں سے دالان بناتے چلے گئے ہیں اور ان پر لداؤ کی چھت ڈال دی گئی ہے۔ یہ چھت تخمیناً ہزار گز طویل اور اس قدر عریض ہے اور اسی پر جدید مسجد اقصیٰ وغیرہ مکانات تعمیر ہیں۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ اب یہ قدیم عمارت ان جدید عمارات کی کرسی ہے' چنانچہ اس کے اوپر عبدالملک بن مروان نے بھی مسجد نہایت عمدہ تعمیر کی ہے فی الحال انہیں دونوں کو یعنی اس جدید مسجد اقصیٰ اور مسجد عبدالملک کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں اور اسی جدید مسجد اقصیٰ میں شافعی مذہب کے امام نماز پڑھاتے ہیں اور باعتبار مکانیت کے یہ ایک اچھی بڑی مسجد ہے۔ اس میں صرف شمال کی جانب تین دروازے ہیں جو نماز کے وقت کھول دیئے جاتے ہیں اور باقی تینوں سمت میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ تین طرف سے بند ہے اور اس میں بجائے جانماز کے قالین کا فرش ہے اور ستون وغیرہ پر سنہری کام ہو رہا ہے۔ جھاز وغیرہ بھی بائین شایستہ آویزاں ہیں۔ البتہ بہت بڑی مسجد ہے جو حسب بیان بالا وسعت میں تقریباً ہزار گز کی مساحت میں پھیلی ہوئی ہے اور اس جدید مسجد اقصیٰ کی اور پرانی مسجد جو کہ نیچے ہے۔ اس کے قریب ہی دالان کی شکل میں بقول وہاں کے اشخاص کے طویلہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کا ہے۔ اس کی چنائی کے کام میں بھی بڑے بڑے پتھر لگے ہیں۔ مجھ سے اس دالان کی نسبت طویلہ ہونا ہی بیان کیا گیا ہے' یہ نہیں معلوم کہ دالان بھی تھا یا کہ فی الواقع طویلہ تھا اور اب جو مسجد اقصیٰ موجود ہے اس کا صحن بقدر حاجت نمازیاں سنگ مرمر کا بنا ہوا

ہے۔ سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کا بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس خیر کے عمل کا اجر جزیل دے اور باقی بہت سا صحن خام بھی گیا ہے اور جس جگہ صخرہ ہے وہ موقع بلند ہے اور اسی کے سلسلہ میں بہت دور تک جانب جنوب ایک بڑا اور بلند میدان چلا گیا ہے اور اس کے اوپر سے نیچے اتر آنے کے لیے ایک زینہ بنا ہوا ہے اس زینہ کے ذریعہ سے نیچے اتر کر پھر ایک میدان میں داخل ہوتے ہیں اور اس میدان کے پاس ایک حوض ہے اس حوض میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے اور لوگ اسی کو حوض کوثر کہتے ہیں۔ اس کے چو طرف پانی نکالنے کے پیچ بنے ہوئے ہیں۔ ان کو کھول کر مصلی وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر ایک میدان ہے اور اس میدان کو طے کرنے کے بعد اس مقام میں داخل ہوتے ہیں، جہاں اب تہ خانہ کی حیثیت میں قدیم مسجد اقصیٰ ہے اور جو حسب بیان بالا تعمیر کردہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام ہے۔ غرض یہ کل قدیم مسجد اقصیٰ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے بہت بڑی مسجد ہے اور بہت خوبصورت ہے۔ موقع صخرہ اور اس کا چو طرف کا صحن حسب بیان بالا اس قدر اونچا ہے کہ اس کے سنگین زینہ پر چڑھ کر صحن میں داخل ہوتے ہیں یہ زینہ اس صحن کے چاروں طرف بنا ہوا ہے اور باعتبار بلندی ہر زینہ میں شاید پندرہ یا بیس سیڑھیاں تعمیر کی ہوئی ہیں اور ان چو طرفہ زینوں میں سے ہر یک طرف زینہ کے شروع پر تین تین دروازہ ہیں اور صخرا کی مشرق کی جانب ایک عمارت بشکل بارہ دری بنی ہوئی ہے اس کے باہر درجہ کے نو دروازہ ہیں اور اندر کی منزل کے چھ دروازہ ہیں ایسا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کی عدالت یعنی داد دہی اور انصاف کرنے والا ایوان ہے۔ اب اس مسجد اقصیٰ کے بیان کو مختصر کر کے ہم شہر بیت المقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ یہ کہ چاروں گوشوں پر چار منارہ ہیں شہر پناہ اس شہر کی پختہ ہے سلطان سلیم خان غفر اللہ کے عہد میں تیار ہوئی ہے اور پھر جانب جنوب شہر کے ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی مقدس قبر کی زیارت کرنے گئے اور پھر وہاں سے جانب شرق ایک بڑی جھیل پانی کی نظر آتی ہے۔ جب اس کی نسبت دریافت کیا گیا تو وہاں کے لوگوں نے بیان کیا کہ اس جگہ حضرت لوط علی نبینا و علیہ السلام قوم تباہ کی گئی ہے واللہ اعلم۔ پھر وہاں سے ہم حضرت سلیمان فارسی اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہما کے مزار مبارک پر گئے اور جس جگہ سے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے ہیں وہ جگہ بھی دیکھی۔ اور حضرت موسیٰ نبینا و علیہ السلام

کے عصا کی جگہ دیکھی یہ سب زیارتیں کوہ سینا پر ہیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مزار بلد یہ ہسپتال کے پاس ہے اور اسی جانب شرق ایک نشیب میں حضرت مریم علیہا السلام کی قبر ہے۔ نشیب میں اترنے کے لیے ایک زینہ اور بنا ہوا ہے۔ اس پر سے اتر کر ہم قبر شریفہ پر پہنچے۔ یہ ایک گنبد دار مقبرہ میں ہے اس وقت اس گنبد میں بہت ہی اندھیرا تھا' چنانچہ خادم نے بتیاں روشن کر دیں اور بآئین شائستہ زیارت کرائی۔ ان دنوں اس قبر شریفہ کی خدمت و غور و پرداخت کا تعلق نصاری سے ہے ورنہ پہلے اس قدر تعلق نہیں تھا' پھر ہم قبہ خلیل الرحمٰن گئے.......... راستے میں برلب سڑک ایک قصبہ ہے جس کو بیت اللحم کہتے ہیں.................. الخ.

○ ——— ○